هو الغفور الرحيم
رسالہ در تحقیق زبان اردوے معلےٰ موسوم بنام تاریخی
زبان ریختہ
۱۲۷۵
مولوی عبد الغفور خان صاحب
بصحت تمام و حسن اہتمام و مساعات خیر انجام
در مطبع نامی منشی نولکشور میں زیر طبع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد حمد و صلوۃ حرف غلط صفحہ ہستی نقش باطل کارگاہ بلندی و پستی عبد الغفور نساخ
سخن پروران گرامی فن و زبان آوران عالی سخن کی خدمت میں عرض رسا ہے
کہ جب اس سوختہ تجلی کدہ طور معانی کے دل میں لمعہ شوق شعر و سخن شعلہ زن ہوا اور
آفتاب ذوق مضامین بلند اس ذرہ بیمقدار کے ساحت دل پر پرتو افگن ہوا شعرائے
متقدمین و متاخرین زبان اردو کے اشعار دیکھنے لگا انکی زبان اور محاورے میں بہت
فرق پایا گیا بے تحقیق کمر ہمت چست باندھی خوب تفتیش کی برسوں اسی فکر میں رہا
ایک عمر کو برباد کیا آخر جب بہت سے دیوان اور تذکرے نظر سے گذرے بہت سی کتابیں
دیکھیں بیشتر مسئلے اسکے حل ہوگئے بہت سی باتیں معلوم ہوگئیں تب جی میں آیا کہ زبان اردو
کی کیفیت کو لیے زبان پر لاؤں کہ اردو کس زبان کو کہتے ہیں اور وجہ تسمیہ اسکی کیا ہے
اور قلعہ اردو کو ریختہ کیوں کہتے ہیں اور کب سے یہ زبان اقلیم ہند میں مروج ہوئی ہے
اور کیونکر اصل ہندی میں تصرف ہوتا گیا اور کس طرح پر تغیر و تبدل واقع ہوا اور کس عہد
شعرا کی زبان کا کیا طرز تھا پس معلوم ہو کہ زبان اردو کو اردو کیوں کہتے ہیں اسکی وجہ
تسمیہ کو بعضوں نے اسطرح پر لکھا ہے کہ زبان فارسی و ترکی میں اردو لشکر کو کہتے ہیں
اور چونکہ یہ زبان لشکری حضوری و ایستادگان پایہ تخت شاہی کے زبان پر جاری
ہوئی اسلیئے اس زبان کا نام اردو پڑ گیا چنانچہ صاحب دستور شگرف نے بیچ جس مقام میں

تو

توضیح اقسام زبان پارسی کی ہے زبان دری کی تعریف مین یہ بات لکہی ہے
کہ جس زبان مین حاضران دربار بادشاہان و درگاہ سلاطین گفتگو کرتے تہے اوس زبان کو درگاہ
سلطان کی طرف منسوب کرکے دری کہتے ہین یہی حال زبان اردو کے اردو نام
پڑنے کا بہی ہے اور بعضون نے نظم اردو کے ریختہ کہلانیکی وجہ تسمیہ کو اسطرح بیان
کیا ہے کہ معمارونکے محاورے مین ریختہ اوس مصالحہ کو کہتے ہین جسکو واسطے استحکام
درو دیوار کے چند اجزا مخلوط کرکے بناتے ہین اور چونکہ زبان اردو کے نظم مین بہی
الفاظ عربی مثل اللہ و رسول و فارسی مثل دل و زبان و ترکی مثل چاقو و باورچی و
عبرانی مثل یوسف و ہارون و یونانی مثل کیمیا و قرطاس و اصطرلاب و ہندی مثل
پتہر و پتلا و انگل و سنسکرت مثل موتی دانت بجالو و زبان ٹامل مثل ار یعنی آتش
و زبان تلنگ مثل بڑا جو کدو و ناش وغیرہ چیزون سے نسبت کہا انکے لیے بناتے ہین و زبان
گجرات مثل تہا یعنی خوردے و زبان چین مثل لچی یا لیچو میوہ معروف و زبان ملائی
مثل گدام و زبان امریکا مثل تمباکو کی ترکیب ہے اسلیے اسکا نام ریختہ رکہا گیا ہے
زبان اردو روزمرہ شہر دہلی کو کہتے ہین اوس شہر مین قدیم الایام سے برابر زبان
ہندی مروج تہی ہر شخص اوسی زبان مین کلام کرتا تہا جب ۵۸۸ پانسو اٹہاسی ہجری مین سلطان معز الدین مشہور
بہ شہاب الدین محمد غوری نے ملک ہند پر چڑہائی کی اہل ہند کو شکست دی
پتہورا کا کام تمام کیا تمام ملک ہند سلاطین غور کے قبضہ اختیار مین آیا رفتہ رفتہ زبان
قدیم مین لفظ فارسی عربی و ترکی ملتا گیا اوس عہد مین حضرت امیر خسرو دہلوی نے
کہ انتقال اونکا ۷۲۵ سات سو پچیس ہجری مین واقع ہوا ہے بہت شعر ملمع کے کہے ہین چنانچہ یہ شعر اونکا

شعر

زحال مسکین مکن تغافل ورائے نیناں بنائے بتیاں | کہ تاب ہجران ندارم اے جان نلیہو کاہے لگائے چھتیاں

جب محمد شاہ بن تغلق شاہ سریر آرای سلطنت ہوے ظلم و ستم مین انکا شہرہ ہوا
باشندگان دہلی پر یہ ایک تازہ ظلم کیا کہ اونکو شہر مین رہنے نہ دیا دیوگیر معروف
بدولت آباد مین بہیجدیا اور پہر قبل اپنی سلطنت کے زوال کے اون لوگون کو دہلی مین

منگوایا اس نقل و حرکت کے باعث بہت سے الفاظ کہنی بھی زبان دہلی مین مل گئے زبان مین ایک نقص پیدا ہوا اور یہی انداز گفتگو آخر عہد جہانگیر شاہ تک رہا لیکن جب شاہجہان بادشاہ نے سنہ ایکہزار الہاون ہجری مین شاہجہان آباد کو آباد کیا اور شہر قدیم کہ پہلے اندرپت مین تھا معطل ہو کر ملقب بشہر کہنہ و قلعہ کہنہ ہوا شاہجہان آباد مین اطراف و جوانب عالم سے ہر قسم کے ذی علم اور صاحب استعداد اور قابل لوگ آکر مجتمع ہوے قدیم ہندی متروک ہونے لگی محاورے مین فرق ہونے لگا زبان اردو کی ترقی شروع ہوئی تو بھی کہنی لفظونکا استعمال رہا کیا اور سبب اسکا یہ تہا کہ جو لوگ ہمرکاب سلاطین ممالک دکہن کو جاتے تہے اشعار شعرای دکہن مثل احسن و احمد و اشرف و جعفر و خوشنودی و سالک و سعدی و عزیز اللہ و فضلی و لطفی و محمود و نقی و ہاشم کے لاتے تہے اور وہ اشعار مطبوع طبع باشندگان شاہجہان آباد ہوتے تہے اسی طرح الفاظ کہنی رواج پاتے تہے شعرای مذکورہ بالا کے چند شعر یہ ہین

احسن

جب سے سفر پی نے کیا ہے غریب آوارہ ہون
یا پیک پی آیا کرین یا مجہکو لین بلوا پی کر

احمد

بہرتے نین کی چہلکان صبوری ساتہ ہے توشہ
مگر بہت کی باندہی اور بہت کی بات پر نکلے

اشرف

پیا بن ہی تپش اگن بہایا ہے جو ہوئی ہو سو ہو
بہبوت سا تن کو لگا انگ لایا جتی ہوئی ہو سو ہو

جعفر

غمزان سے دیکہو شوخ مجہہ مار کر چلے
مجروح تسپہ راہ ستی ٹہار کر چلے

خوشنودی

سب بن جاگے سیج پر تو بہی سجن آیا نہین
چپ چپ کے دیکہی باٹ نین رسن کو دکہلایا نہین

سالک

پہرون بہوش ہو کر مین برہنہ پا بدل پہرے
یقین ہے جو تمن پیارے کہ سالک کو لبہاتا ہے

زبان ریختہ

مرا دل مجھسے کرکے بیوفائی	پسند خاطر خوبان ہوا ہے
اک دل نہین آرزو سے خالی	برجا ہے محال اگر خلا ہے
سن ولی رہنے کو دنیا مین مقام عاشق	کوچۂ زلف ہے یا گوشۂ تنہائی ہے

یہ شخص عالمگیر بادشاہ کے آخر عہد مین اورنگ آباد سے دار الخلافت مین آیا تھا اور اوسکے عہد کہ شاہجہان آباد مین ریختہ شعر کہنے کا رواج ہوا اور بیشتر صاحب علم اور موزون طبعون نے اس زبان مین شعر کہا ہے چنانچہ میر معز موسوی خان فطرت ذکر کیا جاتا ہے سو یہ قسم سے ہے اور سنہ ۱۱۰۱ گیارہ سو ایک ہجری مین وفات پائی تھی اور شاعر کامل میرزا عبد القادر بیدل مرحوم تھے کہ سنہ ۱۱۳۳ گیارہ سو تینتیس ہجری مین انتقال کیا اور میرزا عبد الغنی بیگ قبول تھے کہ سنہ ۱۱۳۹ گیارہ سو انتالیس ہجری مین قضا کی اس زبان مین شعر کہے ہین چنانچہ ان شعرون سے ظاہر ہے

فطرت

از زلف سیاہ تو بدل دھوم پڑی ہے	در خانۂ آئینہ گھٹا جھوم پڑی ہے

بیدل

مت پوچھ دلکی باتین وہ دل کہان ہے ہمسن	اس تخم بے نشان کا حاصل کہان ہے ہمسن
جب دل کے آستان پر عشق آن کر پکارا	پردے سے یار بولا بیدل کہان ہے ہمسن

عبد الغنی بیگ قبول

دل یون خیال زلف مین پھرتا ہے نعرہ زن	تاریک شب مین جیسے کوئی پاسبان پھرے

پھر لطیف محمد شاہ بادشاہ کے اوائل عہد یعنی سنہ ۱۱۳۳ گیارہ سو تینتیس ہجری مین جب دیوان ولی کا شاہجہان آباد مین آیا اسکی شہرت ہوئی ہر جگہ مشہور ہوا سبھون نے اسکو دیکھا بالاتر رواج ریختہ کا بہ نسبت سابق کے بہت زیادہ ہو گیا اوس عہد کے سخن وران نامی ریختہ پردازان گرامی نجم الدین آبرو معروف بشاہ مبارک شرف الدین علیخان پیام شیخ ظہور الدین حاتم جعفر علی خان زکی میر سجاد محمد شاکر ناجی ہین یہ اشعار اونکے ہین

آبرو

کیون چھپا ظلمت مین گر اوس سے نہ شرمندہ تھا	جان کچھ پانی مری سے چشمۂ حیوان کی [illegible]

نذر دیسے لیکے دل وہ جعد مشکین
اگر باور نہو تو مانگ دیکھو

پیام

بات منصور کو فضولی ہے
دار پر عاشق کو آہ سولی ہے

حاکم

آتا ہے اب نشہ کے طرف جی کبھو کبھو
ساقی نگاہ مست ادھر بھی کبھو کبھو

تم تو بیٹھے ہوئے یہ آفت ہو
اٹھ کھڑے ہو تو کیا قیامت ہو

مفلسی اور داغ اے حاکم
کیا قیامت کرے جو دولت ہو

پیری میں آج یار مرا ہمکنار ہے
ساقی شتاب آ کہ خزان میں بہار ہے

سب نے خوش واس دو چین ہین سب عالم
اند ہوت کیا شراب ہستی کا

سر کو پٹکا ہے کبھو سینہ کبھو کوٹا ہے
ہم نے شب ہجر کی دولت سے مزا لوٹا ہے

ہر صبح اوٹھ بتوں نے مجھے رام رام ہے
زاہد تری نماز کو میرا سلام ہے

رنگی

سنکے احوال مرا صبح شفق سے لگی
ہاتھ سے ہاتھ ملے حیف سے سینہ کوٹا

سجاد

لب شیرین پہ اسکے مرتا ہون
زندگی اپنی تلخ کرتا ہون

جب ہم آغوش یار ہوتے ہین
سب فرشتے دور کنار ہوتے ہین

بتوں کے آگے کسقدر مانتا ہے
یہ کافر مرا دل خدا جانتا ہے

ناجی

ماہرو جب سفید پوش ہوا
ہر طرف چاندنی کا جوش ہوا

ترے رخسار کے پہ تو سلے شوخ
پری خانہ ہوا گھر آرسی کا

غم نہین گر دلبری سے دل کو لیجاتا ہے وہ
پاس میرے تب تو آتا ہے جو دل پاتا ہے وہ

ان بتون کو ہم فقیروں سے کہو کیا کام ہے
یہ تو طالب زر کے ہین اور یہان خدا کا نام ہے

غرض غصہ مین کبھی ایک وفا کی نہ سنے
ہٹ پہ آجائے وہ کافر تو خدا کی نہ سنے

لیکن ان سبھوں میں افصح ظہور الدین حاتم تھا اوسنے ایک دیوان زبان قدیم میں دوسرا دیوان
سے بہ دیوان زادہ زبان جدید میں یادگار ہے اسکے بہت سے نامی شاگرد تھے سب میں
ممتاز مرزا رفیع سودا تھا قصیدہ خوب کہتا تھا اور اوسکو بڑا فروغ ہوا تھا غرض محمد شاہ
بادشاہ کے عہد میں نظم ہندی کا بڑا رواج ہوا اور بیشتر اہل علم ریختہ کہنے لگے مگر کسی نے محاورہ
قدیم کو ترک کیا نہیں آخرش مرشد کامل ہادی آگاہ دل حضرت میرزا مظہر جان جانان
رحمۃ اللہ علیہ نے زبان قدیم کی اصلاح کی یعنی پہلے حضرت ہی نے بہ تتبع اشعار
فارسی زبان ریختہ کو الفاظ غیر مانوس سے خالی کیا اور ترکیب خوب و بندش مرغوب
سے نیا جلوہ دکھلایا اور حضرت خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ و میر محمد تقی میر و میرزا سودا
و میرزا جعفر علی حسرت نے بھی اور اور چیزوں کی آرائش و پیرایش سے زبان قدیم
میں تصرف کیا کہ ایک طرز جدید پیدا ہوا یعنی لفظ ستی سے حرف تے اور لفظ ایدہر
اور لفظ پیر یعنی بار وغیرہ سے حرف یا اور لفظ اودہر اور آونا اور جیونا وغیرہ سے
حرف واو کو نکال دیا اور بہتان اور راتان وغیرہ الفاظ کے علامت جمع کو واو
نون سے بدل دیا و بیتیم و درسن و پالی و رین و سانجہ و بھنبیرہ و اگن و سجن وغیرہ
الفاظ کو ترک فرمایا اور اوسی زبان میں قلندر بخش جرأت و غلام ہمدانی مصحفی
و انشاء اللہ خان و میر حسن دہلوی و نصیر دہلوی وغیرہ شعرای دہلی و لکھنو شعر کہتے
رہے چنانچہ اشعار مرقومہ ذیل سے ظاہر ہوگا

مظہر

گرچہ الطاف کے قابل یہ دل زار نہ تھا — لیکن اس جور و جفا کا بھی سزاوار نہ تھا
لوگ کہتے ہیں ہوا مظہر بیکس افسوس — کیا ہوا اوسکو وہ اتنا بھی تو بیمار نہ تھا
توفیق دے کہ شور سے ٹک دم وہ چپ رہے — آخر مرا بھی دل ہے الٰہی جرس نہیں
اگر ملیے تو خفت ہے نہ ملیے تو قیامت ہے — غرض نازک مزاجوں کی محبت سخت آفت ہے

درد

تہمت چند اپنے ذمے دھر چلے — کس لیے آئے تھے ہم کیا کر چلے

شمع کے مانند ہم اس بزم میں
چشم نم آئے تھے دامن تر چلے

ساقیا یاں لگ رہا ہے چل چلاؤ
جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے
ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے

درد کچھ معلوم ہے یہ لوگ سب
کس طرف سے آئے تھے کیدھر چلے

میر

گرچہ آوارہ جوں صبا ہیں ہم
لیک لگ چلنے میں بلا ہیں ہم

اے بتاں اسقدر جفا ہم پر
عاقبت بندۂ خدا ہیں ہم

سرمہ آلودہ مست رکھا کر چشم
دیکھ اس وضع سے خفا ہیں ہم

ہے نمک سود سب تن مجروح
تیرے کشتوں میں میرزا ہیں ہم

آستاں پر ترے ہی گذری عمر
اسی دروازے کے گدا ہیں ہم

تیرے کوچہ میں تا بمرگ رہا
کشتۂ منت وفا ہیں ہم

کوئی خواہاں نہیں ہمارا میر
گویا جنس ناروا ہیں ہم

سودا

گل پھینکے ہے اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی
اے خانہ برانداز چمن کچھ تو ادھر بھی

اے ابر قسم ہے تجھے رونیکی ہماری
ٹپکا تری آنکھوں سے کوئی لخت جگر بھی

اے نالہ صد افسوس جواں مرنے پہ تیرے
دیکھا نہ کبھی تو نے ذرا اپنا اثر بھی

کس ہستی موہوم پہ نازاں ہے تو اے یار
کچھ اپنی شب و روز کی ہے تجھکو خبر بھی

تنہا ترے ماتم میں نہیں شام سیہ پوش
رہتا ہے سدا چاک گریبان سحر بھی

سودا تری فریاد سے آنکھوں میں کٹی رات
آئی ہے سحر ہونیکو ٹک تو کہیں مر بھی

حسرت

جگر سوزاں ہے دل بیتاب ہے اور چشم گریاں ہے
الٰہی دن ہے میرے مرگ کا یا شام ہجراں ہے

جو ایسا ہی دل دیوانہ میرے درپے جاں ہے
تو پھر اک روز میرا ہاتھ اور اس کا گریباں ہے

اگر چشم حقیقت کو ذرا تو کھول کر دیکھے
تو اے یعقوب ہر اک مرد میں ماہ کنعاں ہے

بہلا پہر کس سے الفت کیجیے اور کسکو دل دیجیے
جسے ہم دوست سمجھے تھے وہ اپنا دشمن جان نکلے

بہ رنگ شمع دل جلتا ہے تربت پر مرے سو بہی
چراغ صبح کی مانند کوئی دم کا مہمان ہے

یہہ کسکی نعش جاتی ہے کہ جسکے ساتھہ ہے گردون
غم و درد و الم فریاد و افغان مرثیہ خوان ہے

قطعہ

گئے ہم اتفاقا رات حسرت کے مزار اوپر
جو دیکھا تو بشدت آتش سوزان فروزان ہے

تعجب ہمکو آیا کہولکر دیکھا جو مرقد کو
نہ جسم و پوست باقی ہے نہ نام استخوان ہے

مگر اک راکھہ کا تو دہیر ہے اور اوسمین سے
پیاپے شعلہ اوٹہتے ہین اور اک اژدر سا پنہان ہے

جرأت

کوئی یان اوسکو لے آؤ بلا کے
بہانہ سے کسی اور آشنا کے

ہزار افسوس کیون لے زندگانی
چلی یون خاک مین ہمکو ملا کے

بہت ان تیغ تغافل سے نہ مارو
کہ ہین ہم آگے ہی مارے خدا کے

کرے ہے کس مزے سے دل کی چوری
وہ اوسکا دیکھنا نظرین چرا کے

نگاہ یار ہے یون جانب دل
نشانہ کو کوئی جیسے کہ تاکے

گیا وہ درد پہلو سے کہ جسکو
کبہی روتے تہے ٹک چہاتی لگا کے

چلی موہنہ موڑ کر کیون اے جوانی
ہمین یہ ولولے اپنی دکہا کے

غضب ہے لیتی ہی آغوش مین ہے
وہ اوسکا سانس لینا کسمسا کے

چلو بخشو گنہ بندے کا صاحب
بٹہاوا اپنی محفل مین بلا کے

اوٹہا کر آنکہہ گر دیکھون بجرأت
تو مجہکو ماریو گردن جہکا کے

تو جسکے غم مین دی یون جان جرأت
کیا کیا تو نے اے بندے خدا کے

مصحفی

ہے اوس صف مژگان سے مقابل کئی دن
پہر جان پہ کہیلا ہے مرا دل کئی دن

پہر وحشت دل سلسلہ جنبان سفر ہے
پہر سر پہ چڑہی رہتی ہے منزل کئی دن

اللہ کرے خیر چڑہائی ہوے تیوری
بگڑا ہوا پہرتا ہے وہ قاتل کئی دن

حیرت ہے یہاں شرم ہے وہاں نیچی نگاہین
پردے ہین نئے بیچ مین حائل کئی دن سے

اوس در پہ کوئی جائے تو کیا خاک خوش آئے
بہر دی ہے دراڑ دشمن ہی کہگل کئی دن سے

ناقے کو ہے کیا فکر دل آزاری مجنون
خالی لیئے پہرتا ہے جو محمل کئی دن سے

ناخن کے خراشون نے تراشے ہین گل ایسے
سینہ ہے ہوا تیر کے قابل کئی دن سے

کوتاہی مد نظر معشوق سے مارا
اب پہر نظر آتا نہین ساحل کئی دن سے

دیکھا ہو کسی نے تو کوئی اوسکو بتاؤ
روپوش ہوا ہے مرا قاتل کئی دن سے

اے مصحفی وہ دن گئے ہین تو وہ بولا
آیا نہین در پر مرا سائل کئی دن سے

انشا

ٹک آنکھ ملاتے ہی کیا کام ہمارا
تسپر یہ غضب پوچھتے ہو نام ہمارا

تمنے تو نہین خیر یہ فرمائیے بارے
پہر کن نے لیا راحت و آرام ہمارا

منے جو کہا آئیے مجھ پاس تو بولے
کیون کسلیے کس واسطے کیا کام ہمارا

کہتے ہین کہین پاون تو پڑتا ہے کہین اور
ساقی تو ذرا ہاتھ تو لے تھام ہمارا

ٹک دیکھ ادہر غور کر انصاف سے پہنچا
ہو جرم و گنہ غیر سے اور نام ہمارا

اے باد سحر محفل احباب مین کہیو
دیکھا ہے جو کچھ حال تہ دام ہمارا

سرگشتگی راحلہ شوق مین اے عشق
پڑتا ہے نئے وضع سے ہر گام ہمارا

اے برہمن دیر محبت مین صنم کے
اللہ ہی باقی رکھے اسلام ہمارا

ہم کوچہ دلدار کے ہوتے ہین تصدق
اے شیخ حرم ہے یہی احرام ہمارا

بیتابی دل کی سبب اوس شوخ تک انشا
پہونچے ہے بلا واسطہ پیغام ہمارا

حسن

غیر کو تم نہ آنکھ بھر دیکھو
کیا غضب کرتے ہو ادہر دیکھو

خاک مین مت ملاؤ دل کو مرے
جی مین سمجھو ٹک اپنا گھر دیکھو

دیکھنا زلف و رخ تمہین ہر وقت
شام دیکھو نہ تم سحر دیکھو

گل ہوے جاتے ہین چراغ کی طرح
ہمکو ٹک جلد آنکر دیکھو

آپ پر اپنا اختیار نہیں
رام پانوں میں تو وہ ہو نہ سکا
سخت دل کو نہ سمجھو مژگان پر
دم ہے آنکھوں میں اپنا مثل حباب
وصل ہوتا نہیں بھلا کبھو مگر
دیکھتے ہی نہیں تو کیا ہے کبھی
ڈھلتے ہو تم بتان او دو ہر کسی
عشق بازی سے باز او حسن

جب سے ہے ہم کو کس قدر دیکھو
نقش و افسون ہی کوئی کر دیکھو
عاشقی کا ہے یہ ثمر دیکھو
ہم تمہیں کرتے ہیں خبر دیکھو
اپنی ہستی سے تو گذر دیکھو
کبھی تب حال کچھ اگر دیکھو
آج کل جھکے ہا نہ زر دیکھو
چھوڑ دو اپنا یہ ہنر دیکھو

تضمین

میں ہی تھا جو دلکو رہا تھام اب تلک
ہم چشمی اونکی چشم سے جو کی تھی اس لیے
ہے یاد اوسکے دلمیں ہماری کہنے آگے
یہاں جھٹ سے آنکھیں لگ گئیں وہ وہاں تھا ہم
مر کر بھی ہمنے اس دلِ مضطر کے ہاتھ سے
آسا قیا شتاب ترے انتظار میں
سرگشتہ گو ہوں صورت پرکار کیوں ہو
صیاد ہیں وہ صید ہوں میں جسکے جانور
جوں گرد باد خاک میں یہاں فراغ ہو
کہا کہا کے داغ سرو چراغاں میں بنگیا
ظاہر میں اوسکے گو ہے رکاوٹ ابھی تضمین

غم کر چکا تھا ورنہ مرا کام اب تلک
ہم پھوڑتے ہیں دیدہ بادام اب تلک
بھولے سے بھی لیا نہ کبھی نام اب تلک
آیا نہ حیف تا بہ لب بام اب تلک
پایا نہ زیر خاک کچھ آرام اب تلک
پڑھتا ہے یہاں دعا ہی قدح جام اب تلک
باہر رکھا نہ گھر سے کوئی گام اب تلک
صد چشم تھر سے نگران دام اب تلک
دامن کشان ہے گردش ایام اب تلک
ہرگز ملا نہ پردہ گل اندام اب تلک
جاری ہے رسم نامہ و پیغام اب تلک

اور اونہیں دنوں میں الفاظ لاطینی مثل کپتان وغیرہ و الفاظ پرتگیزی مثل نیلام و کمرا و باولی یعنی نالتہ پاو وغیرہ و الفاظ فرانسیسی مثل قرابین وغیرہ و الفاظ انگریزی مثل بگی و گلاس و کاک وغیرہ بھی زبان اردو میں داخل ہوگئے آخر

جب زمانہ حکیم محمد مومن خان مومن و شیخ محمد ابراہیم ذوق و میرزا اسد اللہ خان غالب و شیخ امام بخش ناسخ و خواجہ حیدر علی آتش کا آیا ان لوگون نے زبان اردو کے روزمرہ کو خوب صاف کیا اور کلام کو فصاحت و بلاغت سے بھر دیا اور کینکین اور ہیگا وغیرہ بہت سے الفاظ کو استعمال سے خارج کرکے اس زبان کا رتبہ ایسا بڑھا دیا کہ اشعار اردو کو اشعار فارسی کے ہم پہلو کرکے دکھا دیا لیکن اس عہد مین دہلی اور لکھنؤ کی زبان مین بڑا فرق ہوگیا یعنی شعراے دہلی کے بہت سے ترک کردہ لفظ و ترکیب کو شعراے لکھنؤ نے جائز رکھا اور بہت سے لفظ و ترکیب کو جو شعراے دہلی کے نزدیک درست تھے شعراے لکھنؤ نے ترک کر دیا تفصیل اسکی باعث طول کلام ہے لیکن ہمیشہ ذکر اوائل فکر سخن سے اس امر کا خیال تھا کہ دہلی یا لکھنؤ کی زبان مین جو بات اچھی معلوم ہو وہ اسکو اخذ کرون اور جو بات بری معلوم ہو اسکو ترک کرون چنانچہ ویسا ہی کیا

مومن

وہ جو ہم مین تم مین قرار تھا تمہین یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہی یعنی وعدہ نباہ کا تمہین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ جو لطف مجھپہ تھے پیشتر وہ کرم کہ تھا مرے حال پر
مجھے سب ہے یاد ذرا ذرا تمہین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ نئے گلے وہ شکایتین وہ مزے مزے کی حکایتین
وہ ہر ایک بات پہ روٹھنا تمہین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کبھی بیٹھے سب مین جو روبرو تو اشارتون ہی سے گفتگو
وہ بیان شوق کا برملا تمہین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

ہوئے اتفاق سے گر بہم تو وفا جتانے کو دمبدم
گلۂ ملامت اقربا تمہین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کوئی بات ایسی اگر ہوئی کہ تمہارے جی کو بری لگی
تو بیان سے پہلے ہی بھولنا تمہین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کبھی ہم مین تم مین بھی چاہ تھی کبھی ہم سے تم سے بھی راہ تھی
کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا تمہین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

سنو ذکر ہے کئی سال کا کہ کیا اک آپ نے وعدہ تھا
سو نباہنے کا تو ذکر کیا تمہین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کہا مین نے بات وہ کون تھی مرے دل سے صاف اتر گئی
تو کہا کہ جانے مری بلا تمہین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ بگڑنا وصل کی رات کا وہ نہ ماننا کسی بات کا
وہ نہین نہین کی ہر آن ادا تمہین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

جسکو آپ کہتے تھے آشنا جسکو آپ کہتے تھے باوفا — میں وہی ہوں مومن مبتلا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

ذوق

ابر تر آنسو بہانا کوئی ہمسے سیکھ جائے — برق مضطر تلملانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

تیر و پیکاں جلنے تے دل میں ہمنے نکال — اپنے ہاتھوں گھر لٹانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

دیکھکر قاتل کو بہلائے خراش دل میں خون — سچ تو یوں ہے مسکرانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

خط میں لکھوا کر اونہیں بھیجا تو مطلع درد کا — درد دل اپنا جتانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

تیغ تو اچھی پڑی تھی گر پڑے ہم آپ سے — دل کو قاتل کے بڑھانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

جب کہا مرتا ہوں وہ بولے مرا سر کاٹ کر — جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

وہاں سے ابرو یہاں گردن پہ پھری ہیں تیغ — بات کا اپنی ہی پانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

سنکے آداونکی از خود رفتہ ہوجاتے ہیں ہم — پیشوا لینے کو جانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

ہمنے پہلی ہی کہا تھا تو کریگا ہمکو قتل — پہور و نکلانا جانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

جو سکھایا اپنی قسمت نے وگرنہ اسکو غیر — کیا سکھائیگا سکھانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

کیا ہوا اے ذوق ہیں جوں ملک ہم رو سیاہ — لیکن آنکھوں میں سمانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

غالب

نکتہ چیں ہے غم دل اوسکو سنائے نہ بنے — کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے

میں بلاتا تو ہوں اوسکو مگر اے جذبۂ دل — اوس پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

کھیل سمجھا ہے کہیں چھوڑ نہ دے بھول نہ جائے — کاش یوں بھی ہو کہ بن میرے ستائے نہ بنے

غیر پھرتا ہے لیے یوں ترے خط کو کہ اگر — کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہے تو چھپائے نہ بنے

اس نزاکت کا برا ہو وہ بھلے ہیں تو کیا — ہاتھ آویں تو انہیں ہاتھ لگائے نہ بنے

کہہ سکے کون کہ یہ جلوہ گری کسکی ہے — پردہ چھوڑا ہے وہ اوس نے کہ اٹھائے نہ بنے

موت کی راہ نہ دیکھوں کہ بن آئے نہ رہے — تمکو چاہوں کہ نہ آؤ تو بلائے نہ بنے

بوجھ وہ سر سے گرا ہے کہ اوٹھائے نہ اٹھے — کام وہ آن پڑا ہے کہ بنائے نہ بنے

عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب — کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

گالی مجھے جو دی تو جلی غیر رشک سے
ہوتا ہوں قتل لطف و عنایات یار سے
کہتے ہیں غیر حال مرا دیکھ دیکھکر
کہتا ہے مجھکو قتل ترا وعدۂ وصال
آسان ہر اہل دل ہے جہان کی سیر
اوس بت کی ہجر میں جو ٹپکتے ہیں اشک صاف
حل ہو گیا ہے مسئلہ جبر و اختیار

اوس بت کی دشمنی بھی محبت سے کم نہین
ہین زیر بار منت تیغ ستم نہین +
تیغ جفا سے تیرے وفا یار کم نہین +
ومباز تیغ تیز سے کم تیرا دم نہین +
کم خط جام سے کبھی نقش درم نہین +
سنگ جگان سے کم مرے چشمان نم نہین +
ہین قید زلف یار اوسے میر اغم نہین +

نساخ ہے جو طائر مضمون کی فکر مین
شہباز تیز پر ہے ہمارا قلم نہین

خاتمۃ الطبع

جان آفرین خدای را سپاس کہ رسالۂ نادرۂ اعجوبہ بیان تحقیق حقائق اردو زبان موسوم بہ زبان ریختہ تصنیف لطیف سحر پرور جادو نگار جناب مولوی عبد الغفور خان بہادر نساخ سلمہ الغفار در مطبع نامی جناب معلی القاب منشی نول کشور لکھنؤ بماہ جون سنہ [illegible]ع مطابق جمادی الاول [illegible] ہجری بحسن [illegible] زیور تمامی در بر کشیدہ سرمہ کش ارباب بصر گردید